انٹرنیٹ ایڈیشن

مجلہ

افکارِ قاسمی

جولائی تا ستمبر ۲۰۲۱

امداد کے فیضان کی تاثیر دیوبند ★ قاسم کے ہے افکار کی تعبیر دیوبند

زیر نگرانی

مولانا کلیم احمد قاسمی



پیشکش



مجلہ

افکارِ قاسمی

جولائی تا ستمبر 2021

زیر سرپرستی
مولانا مبارک علی مظاہری

زیر نگرانی
مولانا کلیم احمد قاسمی

مدیر اعلی
مفتی جسیم الدین شرر قاسمی

مدیر التحریر
مولانا محمد داؤد الرحمن علی

مدیر شعبہ خواتین
معلمہ زنیرہ عقیل

کمپوزنگ
احمد عدیل غزالی

- دینی، علمی، اصلاحی، کمپوز شدہ مضامین قابل قبول ہوں گے۔
- نزاعی اور اختلافی نیز سیاسی مضامین شائع نہیں ہوں گے۔
- مضمون نگاروں کی تمام آراء سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔
- تمام کمپوز شدہ مضامین صرف بذریعہ ای میل ارسال کریں۔
- ہر شمارہ ڈاؤنلوڈ کر کے محفوظ کرلیں ای میل سے نہیں بھیجا جائے گا۔

الغزالی اردو فورم www.algazali.org

فہرست مضامین

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

website:www.algazali.org Email:qasmimag@gmail.com

اداریہ

مدیر التحریر

اسلامی سال ۱۴۴۲ھ جس تیزی کے ساتھ ہماری زندگی میں آیا تھا اب اسی تیزی کے ساتھ ہم سے جدا ہونے کو ہے۔اس دنیا میں جو بھی چیز آئی ایک دن اس کی ابتداء ہوئی اور ایک دن انتہاء ہوجاتی ہے۔ایک دن اس دنیا کی ابتداء ہوئی اور ایک دن آئے گا کہ اس کی انتہاء ہوجائے گی۔جو بھی اس دنیا میں آئے وہ ایک دن ضرور اس دنیا سے چلا جائے گا۔اسی طرح یہ سال آیا اور اب ہم سے ہمیشہ ہمیشہ رخصت ہونے کو ہے۔بہت سے ایسے لوگ ہونگے جنہوں نے اس سال کا استقبال کیا ہوگا لیکن اس سال کے جدا ہونے سے قبل سے خود جدا ہوگئے ہونگے،سال کے ابھی کچھ لمحات باقی ہیں اور استقبال کرنے والے قبروں کی زینت بن چکے ہونگے۔

جس طرح یہ سال آیا اور اب جدا ہورا ہے اسی طرح انسان بھی ایک دن آیا تھا اور ایک دن چلا جائے گا۔انسان کی زندگی بھی اسی سال کی طرح ہے جو آنکھ جھپکتے آیا اور اب جانے کو ہے اسی طرح انسان کی زندگی کے چند شب وروز ہیں جو پلک جھپکتے ہی گزر جائینگے۔یہ سال ہمیں سبق دینے آیا تھا کہ میں ہمیشہ کے لیے نہیں آیا تھا اسی طرح تم بھی ہمیشہ یہاں نہیں رہوگے۔

یادرکھیں وقت کا کام گزرنا ہے اور وقت کی بساط کے آگے کسی کا زور نہیں چلتا وقت کبھی کسی کے لیے نہیں رُکتا وقت کے تیز دھارے میں انسان بہتا چلا جاتا ہے،اِن گزرتے ماہ وسال میں جانے کتنے ہی لمحے ایسے آئے جن کو پاکر یوں محسوس ہوا کہ جیسے زندگی کی تمام تر خوشیاں،تمام تر رعنایاں بس اِسی ایک پل میں ہیں مگر،اگلے ہی پل وقت نے کروٹ لی تو احساس ہوا کہ زندگی کا سفر ابھی باقی ہے، ابھی مہلت باقی ہے۔اس مہلت کو قیمتی بنائیں،اس سفر کو نیک اعمال سے قیمتی بنائیں،اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں،کسی کا دل دکھایا یا نہ انصافی کی اس سے معافی مانگیں اور اللہ کے حضور توبہ کریں ان شاء اللہ اللہ اپنا فضل وکرم ضرور فرمائے گا۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس سال گزشتہ میں ہوئی ہماری غلطیوں کو درگزر فرمائے اور ہماری نیکیوں کو قبول فرمائے اور آنے والے سال کو پوری امت کے لیے باعث رحمت بنائے۔آمین ثم آمین

درس قرآن

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

طریقہ ثامنہ

قرآن پاک میں نعمتیں، موت اور تاریخی واقعات یاد دلا کر انسان کو متنبہ کیا گیا، اسے تذکیر کہتے ہیں، فاتحہ میں بھی تذکیراتِ ثلاثہ کا بیان ہے۔

تذکیر بآلاء اللہ "**الحمد**" سے "**الرحیم**" تک ہے۔

تذکیر بمابعد الموت "**مالک یوم الدین**" میں ہے۔

تذکیر بایام اللہ "**اھدنا الصراط**" سے آخر تک ہے۔

طریقہ تاسعہ

قرآن پاک میں تین مضمون ہیں، تربیت جسمانی، تربیت روحانی اور علم القصص، یہ تینوں فاتحہ میں موجود ہیں۔

تربیت جسمانی "**الحمد للہ**" سے "**الدین**" تک......

تربیت روحانی "**ایاک نعبد**" سے...... علم القصص "**صراط الذین**" سے......(از حضرت بہلویؒ)

طریقہ عاشرہ

چھ مضامین قرآن فاتحہ میں اجمالاً موجود ہیں۔(۱) توحید (۲) رسالت (۳) قیامت (۴) احکام (۵) مطیعین کے احوال کا بیان (۶) عاصین کے احوال کا بیان۔

توحید "**الحمد للہ**" سے "**الرحیم**" تک، قیامت "**مالک یوم الدین**" میں، احکام "**ایاک نعبد و ایاک نستعین**" میں...... رسالت "**صراط الذین انعمت علیھم**" میں ...... مطیعین "**انعمت علیھم**" میں...... عاصی و نافرمان کا بیان "**غیر المغضوب علیھم**" الخ......میں۔ (علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)

درس حدیث

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

عن انس قَالَ اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كُنْتُ اَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ عَنِّيْ وَلَا فَخْرَ وَيَتَّبِعُنِيْ بِلَالٌ الْمُؤَذِّنُ وَيَتَّبِعُهٗ سَائِرُ الْمُؤَذِّنِيْنَ وَهُوَ وَاضِعٌ يَدَهٗ فِيْ اُذُنِهٖ وَهُوَ يُنَادِيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ وَسَائِرُ الْمُؤَذِّنِيْنَ يُنَادُوْنَ مَعَهٗ حَتّٰى نَاتِيَ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ۔
(کنز العمال ج ۶ ص ۱۹۵ حصہ ۱۱)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا روز ہوگا سب سے پہلے میں قبر سے نکلوں گا (فخر سے نہیں کہتا) میرے پیچھے مؤذن بلال ہوں گے اور ان کے پیچھے تمام مؤذن ہوں گے۔ حضرت بلالؓ کانوں میں انگلی دے کر پکارے گا: اشھد ان لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی میں اللہ کی توحید اور محمد رسول اللہ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اللہ نے انہیں دین حق اور ہدایت دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کرے اگرچہ مشرکین پسند نہ کریں، باقی تمام مؤذن بھی ان کے ساتھ یہی آواز لگا رہے ہوں گے یہاں تک کہ ہم جنت کے دروازے پر آ جائیں گے۔

فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَآءِ بِسِتَّةٍ اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ طُهُوْرًا وَمَسْجِدًا وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَآفَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ۔ (عن ابی هريرة۔ کنز العمال ج ۶ ص ۱۸۵۔ مشکوٰۃ و مسلم ص ۵۱۲)

میں تمام انبیاء پر چھ چیزوں کے ساتھ فضیلت دیا گیا ہوں (۱) جامع کلمات دیا گیا ہوں (۲) رعب کے ساتھ مدد کیا گیا ہوں (۳) میرے لیے مالِ غنیمت کو حلال قرار دیا گیا ہے۔ (۴) میرے لئے ساری زمین کو مسجد اور پاکی کا حکم دیا گیا ہے۔ (۵) میں تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (۶) اور میرے ساتھ نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

حمد باری تعالیٰ

ہُدہُد الہ آبادی

میرا جینا ، میرا مَرنا اِلٰہی تیری خَاطِر ہو
میرا رُکنا ، میرا چَلنا اِلٰہی تیری خَاطِر ہو
مسَاجِد میں ، مجَالِس میں تُو ہی تُو ہو میرے دِل میں
میرا رونا ، میرا ہَنسنا اِلٰہی تیری خَاطِر ہو
زَمَانہ ڈَھل رَہا ہے مَغربی تہذِیب میں لیکن
میرا ہَر رَنگ میں ڈَھلنا اِلٰہی تیری خَاطِر ہو
تیری مَنشاء میری مَنزل یہ دِل اِک پَل نہ ہو غَافِل
سرِ میدَاں میرا گِرنا اِلٰہی تیری خَاطِر ہو
میرا مُشکل کُشا تُو ہے میرا حَاجَت رَوا تُو ہے
وَفا کَرنا ، جَفا کَرنا اِلٰہی تیری خَاطِر ہو
تیری چَاہت کی دَعوت میں سرِ بَازار یُوں پِھرنا
میرا گَوشَہ نَشیں رہنا اِلٰہی تیری خَاطِر ہو
وَفا کی رَاہ میں چَلتے ہُوئے دیوَانے ہُدہُد کا
غُبارِ رَاہ کو مَلنا اِلٰہی تیری خَاطِر ہو

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جگر مرادآبادی

اک رند ہے اور مدحتِ سلطان مدینہ
ہاں کوئی نظر رحمتِ سلطان مدینہ
دامان نظر تنگ و فراواءِ جلوہ
اے طلعتِ حق طلعتِ سلطانِ مدینہ
اے خاکِ مدینہ تری گلیوں کے تصدق
تو خلد ہے تو جنت ِسلطان مدینہ
اس طرح کہ ہر سانس ہو مصروفِ عبادت
دیکھوں میں درِ دولتِ سلطانِ مدینہ
اک ننگِ غمِ عشق بھی ہے منتظرِ دید
صدقے ترے اے صورتِ سلطان مدینہ
کونین کا غم یادِ خدا ور شفاعت
دولت ہے یہی دولتِ سلطان مدینہ
ظاہر میں غریب الغربا پھر بھی یہ عالم
شاہوں سے سوا سطوتِ سلطان مدینہ
اس امت عاصی سے نہ منھ پھیر خدایا
نازک ہے بہت غیرتِ سلطان مدینہ
کچھ ہم کو نہیں کام جگر اور کسی سے
کافی ہے بس اک نسبت ِسلطان مدینہ

دس راتیں

مولانا احمد قاسمی

اللہ تعالیٰ نے اسلامی سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینوں کو خصوصی شرف اور فضیلت بخشی ہے۔ان چار مہینوں کے بارے میں اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

بے شک اللہ کے ہاں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں جس دن سے اللہ نے زمین اور آسمان پیدا کیے،ان میں سے چار عزت والے ہیں،یہی سیدھا دین ہے،سوان میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو (سورہ توبہ،آیت نمبر 36)

یہ چار مہینے کون سے ہیں آیئے جانتے ہیں حدیث مبارکہ سے

حدیث شریف میں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جس دن سے اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اُس دن سے لے کر آج تک زمانہ اُسی حالت پر گھوم پھر کر واپس آ گیا (یعنی اب اس کے دنوں اور مہینوں میں کمی وزیادتی نہیں ہے جو زمانۂ جاہلیت میں مشرک کیا کرتے تھے،بلکہ اب وہ ٹھیک ہو کر اُسی طرز پر واپس آ گیا ہے جس طرز پر اپنی ابتدائی اصلی صورت میں تھا) ایک سال بارہ (12) مہینوں کا ہوتا ہے۔ان میں 4 مہینے عزت وحرمت والے ہیں،جن میں 3 مہینے تو مسلسل ہیں یعنی ذی قعدہ،ذوالحجہ،اور محرم،اور ایک مہینہ (جو اِن سے علیٰحدہ آتا ہے) وہ رجب کا ہے جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان واقع ہے۔(بخاری)

رجب،ذی قعدہ،ذوالحجہ،اور محرم یہ چار مہینے بڑی عظمت والے ہیں۔اس اسلامی سال میں ایک مہینہ رجب گزر چکا ہے دوسرا ذی قعدہ کے چند ایام باقی ہیں اور اس کے بعد ذی الحجہ اور محرم نے آنا ہے۔اسلامی سال کا آغاز محرم سے ہوتا ہے اور اختتام ذی الحجہ پر ہوتا ہے اور یہ دونوں ماہ عظمت والے مہینوں میں سے ہیں۔

ذوالحجہ کے مہینے میں کچھ عبادات ایسی ہیں جو سال کے کسی مہینے اور دن میں نہیں کی جاسکتیں،جیسے حج اور قربانی۔ذوالحجہ کی پہلی دس راتوں کی اللہ پاک نے قرآن مجید میں قسم اٹھائی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فجر کی قسم اور دس راتوں کی قسم (سورۃ الفجر: آیت نمبر 1/2)

علماء اکرام فرماتے ہیں اللہ رب العزت جن دس راتوں کا ذکر فرما رہے ہیں وہ دس راتیں ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں کسی چیز کا قسم کھانا اپنی کسی بات کی توثیق کے لیے نہیں ہوتا، بل کہ جس چیز کی قسم اللہ تعالیٰ اٹھاتا ہے تو اس سے مقصود اس کی جلالت شان اور عظمت کو بیان کرنا ہوتا ہے۔ یہاں پر بھی ذوالحجہ کی پہلی دس راتوں کی اہمیت اور فضیلت کو اجاگر کرنا مقصود ہے۔ ترمذی شریف کی ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دس ایام میں روزوں کی فضلیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''ان ایام کا ایک روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے'' (ترمذی)

ان فضائل بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان ایام میں ہر عبادت کا خوب اہتمام کیا جائے۔ فرائض اور سنن کے ساتھ نفلی عبادات بھی کی جائیں۔ ان ایام کے دن اور رات عبادت میں گزریں۔ احکام خداوندی اور ارشادات نبویؐ کی کامل اطاعت اور گناہوں سے مکمل اجتناب کریں، اور ان ایام کو قیمتی جانیں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے اللہ رب العزت ان ایام کو قیمتی بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین



فضائل حج

خورشید عالم داؤد قاسمی

حج کی فرضیت

حج اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک ہے جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ حج کی فرضیت قرآن کریم، حدیث شریف اور اجماع امت سے ایسے ہی ثابت ہے، جیسا کہ نماز، روزہ اور زکوۃ کی فرضیت ثابت ہے؛ اس لیے جو شخص حج کی فرضیت کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ" **(سورہ آل عمران، آیت: ۹۷)**

ترجمہ: "اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے، یعنی اس شخص کے جو کہ طاقت رکھے وہاں تک کی سبیل کی اور جو شخص منکر ہو؛ تو اللہ تعالی تمام جہاں والوں سے غنی ہیں"۔ یہ آیت کریمہ حج کی فرضیت کے حوالے سے نص قطعی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پانچوں ارکان کو ایک حدیث شریف میں بیان فرمایا ہے۔

"بُنِيَ الإِسْلاَمُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلاَةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ" **(بخاری شریف، حدیث نمبر: ۸)**

ترجمہ: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا"۔

ایک عاشقانہ سفر

انسانی طبیعت یہ تقاضہ کرتی ہے کہ انسان اپنے وطن، اہل وعیال، دوست ورشتہ دار اور مال ودولت سے انسیت ومحبت رکھے اور ان کے قریب رہے۔ جب آدمی حج کے لیے جاتا ہے؛ تو اسے اپنے وطن اور بیوی و بچے اور رشتے دار و اقارب کو چھوڑ کر اور مال ودولت خرچ کر کے جانا پڑتا ہے۔ یہ سب اس لیے کرنا پڑتا ہے کہ حج کی ادائیگی شریعت کا حکم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت نے حج کے

حوالے سے بہت ہی رغبت دلائی ہے، انسان کو کعبہ مشرفہ کے حج وزیارت پر ابھارا، مہبط وحی ورسالت کے دیدار کا شوق بھی دلایا ہے اور سب سے بڑھ کر شریعت نے حج کا اتنا اجر وثواب متعین فرمایا ہے کہ سفر حج ایک عاشقانہ سفر بن جاتا ہے۔ ذیل کے سطور میں، حج کا اجر وثواب احادیث شریفہ کی روشنی میں، ملاحظہ فرمائے!

حج انتہائی نیک عمل ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں:

"سُئِلَ النَّبِيُّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَيُّ الأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "إِيمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ" قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: حَجٌّ مَبْرُورٌ" (بخاری شریف، حدیث نمبر: ۱۵۱۹)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سے اعمال اچھے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا"۔ پوچھا گیا پھر کون؟ فرمایا: "اللہ کے راستے میں جہاد کرنا"۔ پوچھا گیا پھر کون؟ ارشاد فرمایا: "حج مبرور"۔

حج مبرور کیا ہے؟

وہ حج جس کے دوران کوئی گناہ کا ارتکاب نہیں ہوا ہو۔

وہ حج جو اللہ کے یہاں مقبول ہو۔

وہ حج جس میں کوئی ریا اور شہرت مقصود نہ ہو اور جس میں کوئی فسق وفجور نہ ہو۔

وہ حج جس سے لوٹنے کے بعد گناہ کی تکرار نہ ہو اور نیکی کا رجحان بڑھ جائے۔

وہ حج جس کے بعد آدمی دنیا سے بے رغبت ہو جائے اور آخرت کے سلسلہ میں دلچسپی دکھائے۔

حج مبرور کی فضیلت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"العُمْرَةُ إِلَى العُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالحَجُّ المَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الجَنَّةُ" (بخاری شریف، حدیث: ۱۷۷۳، مسلم شریف، حدیث (۱۳۴۹)-۴۳۷)

ترجمہ: "ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک ان (گناہوں) کا کفارہ ہے، جو ان دونوں کے درمیان ہوئے ہوں، اور حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے"۔

حج پچھلے سارے گناہوں کو مٹا دیتا ہے

ابن شماسہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب کہ وہ قریب المرگ تھے۔ وہ کافی دیر تک روئے، پھر انھوں نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف کرلیا۔ اس پر ان کے صاحبزادے نے چند سوالات کیے۔ پھر انھوں نے (اپنے اسلام قبول کرنے کی کہانی سناتے ہوئے) فرمایا: جب اللہ نے میرے قلب کو نورِ ایمان سے منور کرنا چاہا؛ تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا داہنا دست مبارک پھیلائیں؛ تاکہ میں بیعت کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھیلایا۔ پھر میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرو! تجھے کیا ہوا؟ میں نے کہا: میری ایک شرط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھاری کیا شرط ہے؟ میں نے کہا: میری مغفرت کردی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهُ؟ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهَا؟ وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَاكَانَ قَبْلَهُ"؟ (مسلم شريف، حديث: ۱۲۱-۱۹۲)

ترجمہ: "کیا تمھیں نہیں معلوم کہ اسلام (قبول کرنا) پہلے (کے تمام گناہوں) کو مٹا دیتا ہے؟ ہجرت گزشتہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج پہلے (کے کیے ہوئے گناہوں) کو مٹا دیتا ہے"۔

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّه" (بخاری شریف، حدیث نمبر: ۱۵۲۱)

ترجمہ: "جس شخص نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس نے (اس دوران) فحش کلامی یا جماع اور گناہ نہیں کیا؛ تو وہ (حج کے بعد گناہوں سے پاک ہوکر اپنے گھر اس طرح) لوٹا، جیسا کہ اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو"۔

"رفث" کا معنی جماع، ہم بستری اور جو کچھ بھی شوہر و بیوی کے درمیان حالت جماع میں ہوتا ہے، جیسے بوس و کنار وغیرہ کے ہیں۔ ابو عبیدہ نے فرمایا: "رفث" کا مطلب "فحش کلامی" ہے۔ پھر **کنایۃ** جماع اور متعلقات جماع کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ (الموسوعہ الفقہیہ الکویتیہ ۲۲/ ۲۷۵)

مسئلہ: حالت احرام میں جماع کرنا فقہاء کرام کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ"۔ (سورہ بقرہ، آیت: ۱۹۷)

ترجمہ: "سو جو شخص ان میں حج مقرر کرے، تو پھر نہ کوئی فحش بات ہے اور نہ کوئی بے حکمی ہے اور نہ کسی قسم کا نزاع زیبا ہے"۔

مسئلہ: اگر کسی نے حالت احرام میں عمداً (جان بوجھ کر) جماع کیا ہو؛ تو اس کا حج فاسد ہوجائے گا اور قضاء و کفارہ لازم ہوگا۔ اگر کسی نے حالت نسیان (بھول) میں جماع کیا ہو؛ تو حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس صورت میں بھی حج فاسد ہوجائے گا اور قضاء و کفارہ لازم ہوگا؛ لیکن شافعیہ کے نزدیک حج فاسد نہیں ہوگا؛ بل کہ صرف کفارہ لازم ہوگا۔ (الموسوعہ الفقہیہ الکویتیہ: ۲۲/ ۲۷۶-۲۷۷)

"فِسق" سے مراد معاصی و گناہ ہے۔ "كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ" کی شرح کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "کسی گناہ کے بغیر، اس کا ظاہری مطلب صغائر و کبائر (چھوٹے اور بڑے): سارے گناہوں کا معاف کیا جانا ہے"۔ (فتح الباری ۳/ ۳۸۲-۳۸۳)

بوڑھے، کمزور اور عورت کا جہاد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جِهَادُ الْكَبِيرِ وَالضَّعِيفِ وَالْمَرْأَةِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ" (السنن الکبری للنسائی، حدیث: ۳۵۹۲، مسند احمد، حدیث: ۹۴۵۹، السنن الکبری للبیھقی، حدیث: ۸۷۵۹)

ترجمہ: "بڑی عمر والے، کمزور شخص اور عورت کا جہاد: حج اور عمرہ ہے"۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلَا نَغْزُو وَنُجَاهِدُ مَعَكُمْ؟ فَقَالَ: "لَكِنَّ أَحْسَنَ الجِهَادِ وَأَجْمَلَهُ الحَجُّ، حَجٌّ مَبْرُورٌ" فَقَالَتْ عَائِشَةُ "فَلَا أَدَعُ الحَجَّ بَعْدَ إِذْ سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" بخاری شریف، حدیث: ۱۸۶۱)

ترجمہ: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد اور غزوہ میں شریک نہ ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیکن سب سے بہتر اور اچھا جہاد حج: حج مبرور ہے"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے؛ تو اس کے بعد سے میں حج نہیں چھوڑتی ہوں"۔

حج افضل جہاد ہے

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں کہ انھوں نے کہا:

"یَا رَسُولَ اللّٰہِ! نَرَی الجِھَادَ أَفْضَلَ العَمَلِ، أَفَلاَ نُجَاھِدُ؟ قَالَ: "لاَ، لَکِنَّ أَفْضَلَ الجِھَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ" (بخاری شریف، حدیث: ۱۵۲۰، السنن الکبری للبیھقی، حدیث: ۱۷۸۰۵)

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! ہم جہاد کو افضل العمل سمجھتے ہیں، تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں، لیکن بہترین جہاد حج مبرور ہے"۔

فقر اور گناہ کو مٹانے والے اعمال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"أَدِیمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ، فَإِنَّھُمَا یَنْفِیَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ کَمَا یَنْفِی الْکِیرُ خَبَثَ الْحَدِیدِ" (المعجم الاوسط، حدیث: ۳۸۱۴)

ترجمہ: "حج اور عمرہ پر دوام برتو؛ کیوں کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو ختم کرتے ہیں، جیسا کہ دھونکنی لوہا سے زنگ کو دور کر دیتی ہے"۔

ایک دوسری حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تَابِعُوا بَیْنَ الحَجِّ وَالعُمْرَۃِ، فَإِنَّھُمَا یَنْفِیَانِ الفَقْرَ وَالذُّنُوبَ کَمَا یَنْفِی الکِیرُ خَبَثَ الحَدِیدِ، وَالذَّھَبِ، وَالفِضَّۃِ، وَلَیْسَ لِلْحَجَّۃِ المَبْرُورَۃِ ثَوَابٌ إِلَّا الجَنَّۃُ" (ترمذی شریف، حدیث نمبر: ۸۱۰)

ترجمہ: "حج اور عمرہ ایک ساتھ کیا کرو؛ کیوں کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو مٹاتے ہیں جیسا کہ بھٹی لوہا، سونا اور چاندی سے زنگ ختم کر دیتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے"۔

برائے حج خرچ کرنے کی فضیلت

ابوزہیر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"النَّفَقَۃُ فِی الْحَجِّ کَالنَّفَقَۃِ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ بِسَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ" (مسند احمد، حدیث: ۲۳۰۰۰، شعب الایمان، حدیث: ۳۸۲۹)

ترجمہ: "حج میں خرچ کرنا اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی طرح، (جس کا ثواب) سات سو گنا تک ہے"۔

حاجیوں کی دعائیں

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"الْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَفْدُ اللّٰهِ تَعَالَى يُعْطِيهِمْ مَسْأَلَتَهُمْ، وَيَسْتَجِيبُ دُعَاءَهُمْ، وَيَقْبَلُ شَفَاعَتَهُمْ، وَيُضَاعِفُ لَهُمْ أَلْفَ أَلْفَ ضِعْفٍ" (اخبار مكة للفاكهي، حديث: ۹۰۲)

ترجمہ: "حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالی کے مہمان ہیں، اللہ تعالی ان کی مانگ ان کو عطا فرماتے ہیں، ان کی دعاؤں کو قبول کرتے ہیں، ان کی شفارش قبول کرتے ہیں اور ان کے لیے ہزار ہزار گنا تک ثواب بڑھایا جاتا ہے"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

"الْغَازِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَالْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَفْدُ اللَّهِ، دَعَاهُمْ، فَأَجَابُوهُ، وَسَأَلُوهُ، فَأَعْطَاهُمْ" (ابن ماجه، حديث: ۲۸۹۳)

ترجمہ: اللہ کے راستے کا مجاہد اور حج وعمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں۔ اللہ نے انھیں بلایا؛ لہٰذا انھوں نے اس پر لبیک کہا اور انھوں نے اللہ تعالیٰ سے مانگا ہے؛ تو اللہ نے ان کو نوازا ہے"۔

حج کرنے میں جلدی کیجیے

ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تَعَجَّلُوا إِلَى الْحَجِّ - يَعْنِي: الْفَرِيضَةَ - فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي مَا يَعْرِضُ لَهُ" (مسند احمد، حديث: ۲۸۶۷)

ترجمہ: "حج یعنی فرض حج میں جلدی کرو؛ کیوں کہ تم میں کوئی یہ نہیں جانتا کہ اسے کیا عذر پیش آنے والا ہے"۔

حج نہ کرنے پر وعید

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ إِلَى بَيْتِ اللَّهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ أَنْ يَمُوتَ يَهُودِيًّا، أَوْ نَصْرَانِيًّا، وَذَلِكَ أَنَّ اللَّهَ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ: "وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ البَيْتِ مَنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا" (آل عمران: ۹۷) (ترمذی شریف، حديث نمبر: ۸۱۲)

ترجمہ: "جو شخص اتنے توشہ اور سواری کا مالک ہو جائے، جو اسے بیت اللہ تک پہنچا دے، اس کے باوجود وہ حج نہ کرے؛ تو اس کے لیے کوئی ذمے داری نہیں ہے کہ وہ یہودی ہونے کی حالت میں مرے یا نصرانی، اور یہ اس وجہ سے

کہ اللہ تعالی اپنی کتاب میں فرماتا ہے: "اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا، اس گھر کا جو شخص قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی"۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَبْعَثَ رَجُلًا إِلَى هَذِهِ الْأَمْصَارِ، فَلْيَنْظُرُوا إِلَى كُلِّ رَجُلٍ ذِي جَدَةٍ لَمْ يَحُجَّ، فَيَضْرِبُوا عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةَ، مَا هُمْ مُسْلِمِينَ، مَا هُمْ مُسْلِمِينَ" (السنة لابی بکر بن الخلال ۵/۴۴)

ترجمہ: "میں نے ارادہ کیا کہ کچھ لوگوں کو ان شہروں میں بھیجوں، پھر وہ ان لوگوں کی تحقیق کریں کہ جنھوں نے استطاعت کے باوجود حج نہیں کیا، پھر وہ ان لوگوں پر ٹیکس لاگو کریں؛ (کیوں کہ) وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں"۔

حرف آخر

حج کے اجر و ثواب جو احادیث مبارکہ کی روشنی میں لکھے گئے ہیں، وہ کسی بھی مسلمان کو حج وعمرہ کا شوق دلانے کے لیے کافی ہیں۔ جن مسلمانوں کو اللہ تعالی نے مال ودولت سے نوازا ہے، ان کو چاہیے کہ خود کو حج وعمرہ کے عظیم ثواب سے محروم نہ کریں؛ کیوں کہ ہم ہمہ دم نیکیوں کے حصول اور گناہوں وسیئات سے مغفرت کے سخت محتاج ہیں۔ یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ ہماری زندگی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ یہ کاغذ کی ایک ناؤ ہے، جہاں تک پہنچ جائے غنیمت ہے۔ آپ کی یہ ڈیڑھ دن کی زندگی چلی گئی؛ تو پھر کبھی واپس نہیں آئے گی۔ پھر حج کرنے میں کیوں تاخیر!

☆☆☆☆

فضائل ومسائل قربانی

محمد نجیب سنبھلی قاسمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِله رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلاۃ وَالسَّلام عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیم وَعَلیٰ آله وَاَصْحَابه اَجْمَعِیْن۔

قربانی کی تاریخ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دکھایا گیا کہ وہ اپنے بیٹے (اسماعیل علیہ السلام) کو ذبح کرر ہے ہیں۔ نبی کا خواب سچا ہوا کرتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین سے مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ جب باپ نے بیٹے کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہیں ذبح کرنے کا حکم دیا ہے تو فرمانبردار بیٹے اسماعیل علیہ السلام کا جواب تھا: ابا جان! جو کچھ آپ کو حکم دیا جارہا ہے، اسے کرڈالئے۔ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ (سورۃ الصٰفٰت ۱۰۲) بیٹے کے اس جواب کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جب مکہ مکرمہ سے ذبح کرنے کے لئے لے کر چلے تو شیطان نے منیٰ میں تین جگہوں پر انہیں بہکانے کی کوشش کی، جس پر انہوں نے سات سات کنکریاں اس کو ماریں جس کی وجہ سے وہ زمین میں دھنس گیا۔ آخر کار رضاءِ الٰہی کی خاطر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دل کے ٹکڑے کو منہ کے بل زمین پر لٹادیا، چھری تیز کی، آنکھوں پر پٹی باندھی اور اُس وقت تک چھری اپنے بیٹے کے گلے پر چلاتے رہے جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ صدا نہ آگئی۔ اے ابراہیم! تو نے خواب سچ کر دکھایا، ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ (سورۃ الصٰفٰت ۱۰۴۔۱۰۵) چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ جنت سے ایک مینڈھا بھیج دیا گیا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کردیا۔ (سورۃ الصٰفٰت ۱۰۷) اس واقعہ کے بعد سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جانوروں کی قربانی کرنا خاص عبادت میں شمار ہوگیا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے بھی ہر سال قربانی نہ صرف مشروع کی گئی، بلکہ اس کو اسلامی شعار بنایا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر جانوروں کی قربانی کا یہ سلسلہ کل قیامت تک جاری رہے گا ان شاء اللہ۔

قربانی کا حکم:

تمام فقہاء وعلماء کرام قرآن وسنت کی روشنی میں قربانی کے اسلامی شعار ہونے اور ہر سال قربانی کا خاص اہتمام کرنے پر متفق ہیں، البتہ قربانی کو واجب یا سنت مؤکدہ کا Title دینے میں زمانہ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ہر صاحب حیثیت پر اس کے وجوب کا فیصلہ فرمایا ہے۔ حضرت امام مالکؒ بھی قربانی کے وجوب کے قائل ہیں، حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ایک قول بھی قربانی کے وجوب کا ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی قربانی کے واجب ہونے کے قول کو ہی راجح قرار دیا ہے۔ البتہ فقہاء وعلماء کی دوسری جماعت نے بعض دلائل کی روشنی میں قربانی کے سنت مؤکدہ ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے، لیکن عملی اعتبار سے امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قربانی کا اہتمام کرنا چاہئے اور وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنا غلط ہے خواہ اس کو جو بھی Title دیا جائے۔ "**جواهر الاكليل شرح مختصر خليل**" میں امام احمد بن حنبلؒ کا موقف تحریر ہے کہ اگر کسی شہر کے سارے لوگ قربانی ترک کردیں تو ان سے قتال کیا جائے گا کیونکہ قربانی اسلامی شعار ہے۔۔۔۔ صحابہ وتابعین عظام سے استفادہ کرنے والے حضرت امام ابوحنیفہؒ (۸۰ھ۔۱۵۰ھ) کی قربانی کے وجوب کی رائے احتیاط پر مبنی ہے۔

قربانی کے وجوب کے دلائل: قرآن وسنت میں قربانی کے واجب ہونے کے متعدد دلائل ہیں، یہاں اختصار کی وجہ سے چند دلائل ذکر کئے جارہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: **فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ (سورۃ الکوثر ۲)** نماز پڑھئے اپنے رب کے لئے اور قربانی کیجئے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قربانی کرنے کا حکم (امر) دیا ہے، عربی زبان میں امر کا صیغہ عموماً وجوب کے لئے ہوا کرتا ہے۔

وَانْحَرْ کے متعدد مفہوم مراد لئے گئے ہیں مگر سب سے زیادہ راجح قول قربانی کرنے کا ہی ہے۔ اردو زبان میں تحریر کردہ تراجم وتفاسیر میں قربانی کی ہی معنی تحریر کئے گئے ہیں۔ جس طرح **فَصَلِّ لِرَبِّکَ** سے نماز عید کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے اسی طرح **وَانْحَرْ** سے قربانی کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (اعلاء السنن)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی قربانی نہ کرے تو (ایسا شخص) ہماری عیدگاہ میں حاضر نہ ہو۔ (مسند احمد ۲/۳۲۱، ابن ماجہ۔ باب الاضاحی واجبۃ ھی ام لا؟ حاکم ۲/۳۸۹) عصر قدیم سے عصر حاضر کے جمہور محدثین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر سخت وعید کا اعلان کیا ہے اور اس طرح کی وعید عموماً ترک واجب پر ہی ہوتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے نماز عید سے قبل قربانی کرلی تو اسے اس کی جگہ دوسری قربانی کرنی ہوگی۔

قربانی نماز عیدالاضحیٰ کے بعد بسم اللہ پڑھ کر کرنی چاہئے۔ (بخاری۔ کتاب الاضاحی۔ باب من ذبح قبل الصلاۃ اعاد، مسلم۔ کتاب الاضاحی۔ باب وقتہا) اگر قربانی واجب نہیں ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدالاضحیٰ سے قبل قربانی کرنے کی صورت میں دوسری قربانی کرنے کا حکم نہیں دیتے، باوجودیکہ اُس زمانہ میں عام حضرات کے پاس مال کی فراوانی نہیں تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کے میدان میں کھڑے ہوکر فرمایا: اے لوگو! ہر سال ہر گھر والے پر قربانی کرنا ضروری ہے۔ (مسند احمد ۴ / ۲۱۵، ابوداؤد۔ باب ماجاء فی ایجاب الاضاحی، ترمذی۔ باب الاضاحی واجبۃ ہی ام لا)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور اس عرصۂ قیام میں آپ مسلسل قربانی فرماتے تھے۔ (ترمذی ۱ / ۱۸۲) مدینہ منورہ کے قیام کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سال بھی قربانی نہ کرنے کا کوئی ثبوت احادیث میں نہیں ملتا، اس کے برخلاف احادیث صحیحہ میں مذکور ہے کہ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سال قربانی کی، جیسا کہ مذکورہ حدیث میں وارد ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے۔ (محلیٰ بالآثار ج۶ ص ۳۷، کتاب الاضاحی) معلوم ہوا کہ مقیم پر قربانی واجب ہے۔

قرآنِ کریم میں قربانی کا ذکر:

نماز پڑھئے اپنے رب کے لئے اور قربانی کیجئے۔ (سورۃ الکوثر ۲)

قربانی کا حکم جو اس امت کے لوگوں کو دیا گیا ہے کوئی نیا حکم نہیں، پہلی امتوں کے بھی ذمہ قربانی کی عبادت لگائی گئی تھی۔۔۔ ہر امت کے لئے ہم نے قربانی کا طریقہ مقرر کیا ہے تا کہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں۔۔۔ (سورۃ الحج ۳۴) نسک کے مختلف معنی ہیں، مفسرین کی ایک بڑی جماعت نے اس سے مراد قربانی لی ہے۔

ہم نے ہر امت کے لئے ذبح کرنے کا طریقہ مقرر کیا ہے کہ وہ اس طریقہ پر ذبح کیا کرتے تھے۔ (سورۃ الحج ۶۲)

آپ فرما دیجئے کہ یقیناً میری نماز، میری قربانی اور میرا جینا و مرنا سب خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے۔ (سورۃ الانعام ۱۶۲)

اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے نہ اُن کے خون بلکہ اسے تمہارے دل کی پرہیزگاری پہنچتی ہے۔ (سورۃ الحج ۳۷)

وضاحت: قربانی میں اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو قربانی کا گوشت یا خون نہیں پہنچتا ہے بلکہ جتنے اخلاص اور اللہ سے محبت کے ساتھ قربانی کی جائے گی اتنا ہی اجر وثواب اللہ تبارک وتعالیٰ عطا فرمائے گا اور یہ اصول صرف قربانی کے لئے نہیں بلکہ

نماز، روزہ، زکاۃ، حج یعنی ہر عمل کے لئے ہے لہذا ہمیں ریا، شہرت، دکھاوے سے بچ کر خلوص کے ساتھ اللہ کی رضا کیلئے اعمال صالحہ کرنے چاہئیں۔

وضاحت: ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہر زمانے اور ہر امت میں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے جانوروں کی قربانی مشروع رہی ہے، اور یہ ایک اہم عبادت ہے اس کی مشروعیت، تاکید، اہمیت اور اس کے اسلامی شعار ہونے پر عصر حاضر کے بھی تمام مکاتب فکر متفق ہیں۔

قربانی کرنے کی فضیلت:

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذی الحجہ کی ۱۰ تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کرنے والا اپنے جانور کے بالوں، سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا۔ (اور یہ چیزیں اجر وثواب کا سبب بنیں گی)۔ نیز فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرفِ قبولیت حاصل کر لیتا ہے، لہذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔ (ترمذی ۱/ ۱۸۰،،، ابن ماجہ)

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ صحابۂ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یہ قربانی کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابۂ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہمارے لئے اس میں کیا اجر وثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بال کے بدلے میں نیکی ملے گی۔ (ابن ماجہ، ترمذی، مسند احمد، الترغیب والترھیب)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی قربانی نہ کرے تو (ایسا شخص) ہماری عیدگاہ میں حاضر نہ ہو۔ (مسند احمد ۲/ ۳۲۱، ابن ماجہ۔ باب الاضاحی واجبۃ ھی ام لا؟ حاکم ۲/ ۳۸۹)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا اور اس عرصۂ قیام میں آپ مسلسل قربانی فرماتے تھے۔ (ترمذی ۱/ ۱۸۲)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! جاؤ۔ اپنی قربانی پر حاضری دو، کیونکہ اس کے خون سے جونہی پہلا قطرہ گرے گا تمہارے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ نیز وہ جانور (قیامت کے دن) اپنے خون اور گوشت کے ساتھ لایا جائے گا۔ اور پھر اسے ستر گنا (بھاری کر کے) تمہارے میزان میں رکھا جائے گا۔

حضرت ابوسعید الخدری ؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا یہ (فضیلت) آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یا آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ فضیلت آلِ محمد کے لئے تو بطور خاص ہے اور تمام مسلمانوں کے لئے بھی عام ہے۔ (یعنی ہر مسلمان کو بھی قربانی کرنے کے بعد یہ فضیلت حاصل ہوگی) (الترغیب والترہیب)

وضاحت: قربانی کے فضائل میں متعدد احادیث کتب احادیث میں مذکور ہیں، بعض احادیث کی سند میں ضعف بھی ہے مگر قربانی کا حکم قرآن کریم واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے، جس پر پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے، لہٰذا اصول حدیث کے مطابق فضائل قربانی میں احادیث ضعیفہ معتبر ہوں گی۔

ان مبارک ایام میں خون بہانے کی فضیلت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود نماز عیدالاضحیٰ سے فراغت کے بعد قربانی فرماتے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کرنے کا ذکر حدیث کی ہر مشہور ومعروف کتاب میں ہے۔ آپ نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ اپنے گھر والوں اور امت مسلمہ کے ان احباب کی طرف سے بھی قربانی کرتے تھے جو قربانی نہیں کر سکتے تھے۔ (بخاری ومسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ابوداؤد، مسند احمد وغیرہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر انہیں قربانی کے ایام میں ۱۰۰ اونٹوں کی قربانی دی، ان میں سے ۶۳ اونٹ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود نحر (ذبح) کئے اور باقی ۳۷ اونٹ حضرت علی ؓ نے نحر (ذبح) کئے۔ حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالاضحیٰ کے دن سینگوں والے، دھبے دار خصی دو مینڈھے ذبح کئے۔ (ابوداؤد۔ باب مایستحب من الضحایا) غرضیکہ ان ایام میں خون بہانا ایک اہم عبادت ہے۔

قربانی نہ کرنے پر وعید:

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا۔ جس شخص میں قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی قربانی نہ کرے تو (ایسا شخص) ہماری عیدگاہ میں حاضر نہ ہو۔ (مسند احمد ۲/ ۳۲۱، ابن ماجہ۔ باب الاضاحی واجبۃ ھی ام لا؟ حاکم ۲/ ۳۸۹) عصر قدیم سے عصر حاضر کے جمہور محدثین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

قربانی کا وقت:

قربانی کا وقت نماز عیدالاضحیٰ سے شروع ہوتا ہے اور ۱۲ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ نماز عیدالاضحیٰ سے قبل قربانی کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری قربانی کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ حدیث میں گزرا،

اس سے قربانی کا ابتدائی وقت معلوم ہوا۔قربانی کے آخری وقت کی تحدید میں فقہاء وعلماء کے درمیان زمانۂ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے۔حضرت امام ابوحنیفہؒ،حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ (ایک روایت) نے ۱۲ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک تحریر کیا ہے جبکہ بعض علماء نے ۱۳ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک وقت تحریر کیا ہے۔ پہلا قول احتیاط پر مبنی ہونے کے ساتھ دلائل کے اعتبار سے بھی قوی ہے کیونکہ کسی بھی حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی نے ۱۳ ذی الحجہ کو قربانی کی ہو،البتہ بعض احادیث وآثار کے مفہوم سے دوسرے قول کی تائید ضروری ہوتی ہے مگر اُن احادیث وآثار کے دوسرے معنی بھی مراد لئے جاسکتے ہیں مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

كل فجاج مكه منحر وكل ايام التشريق ذبح (طبرانی وبیہقی)۔اولاً اس حدیث کی سند میں ضعف ہے،احادیث ضعیفہ فضائل کے حق میں تو معتبر ہیں،لیکن ان سے حکم ثابت نہیں کیا جاسکتا ہے۔ثانیاً بعض کتب حدیث میں یہ حدیث"وکل ایام التشریق ذبح" کے الفاظ کے بغیر مروی ہے۔

قربانی کا وقت ۱۲ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک ہے،اس کے چند دلائل پیش ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائی سالوں میں صحابۂ کرام کے اقتصادی حالات کے پیش نظر قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنے سے منع فرمادیا تھا،بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی۔اگر چوتھے دن قربانی کی جاسکتی ہے تو پھر تین دن سے زیادہ قربانی کا ذخیرہ کرنے سے منع کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔(کتب حدیث میں یہ حدیثیں موجود ہیں(

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایام معلومات،یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) اور اسکے بعد دو دن (۱۱ و ۱۲ ذی الحجہ) ہیں۔(احکام القرآن للجصاص۔باب الایام المعلومات/تفسیر ابن ابی حاتم رازی ج ۶ ص ۲۶۱)

مشہور ومعروف تابعی حضرت قتادہؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الذِّبْحُ بَعْدَ النَّحرِ يَوْمَان۔قربانی دسویں ذی الحجہ کے بعد صرف دو دن ہے۔(سنن کبری للبیہقی۔باب من قال الاضحیٰ یوم النحر)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت انسؓ کے علاوہ حضرت علیؓ،حضرت عبداللہ بن عباسؓ،حضرت ابوہریرہؓ،حضرت سعید بن الجبیرؓ اور سعید بن المسیبؒ کے اقوال بھی کتب حدیث میں مذکور ہیں جسمیں وضاحت کے ساتھ تحریر ہے کہ قربانی صرف تین دن ہے۔

وضاحت: امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز عیدالاضحیٰ سے فراغت کے بعد فوری طور پر قربانی کرنا سب سے زیادہ بہتر ہے،بلکہ کچھ کھائے بغیر نماز عیدالاضحیٰ کے لئے جانا اور سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھانا عیدالاضحیٰ کی سنن میں سے ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کا یہی معمول تھا۔اس وجہ سے ہمیں پہلے ہی دن قربانی کرنی چاہئے،اگر کسی وجہ سے پہلے دن قربانی نہ

کر سکتے یا چند قربانیاں کرنی ہیں تو ۱۲ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک ضرور فارغ ہوجانا چاہئے

کیونکہ جن بعض علماء نے ۱۳ ذی الحجہ کو قربانی کی اجازت دی ہے انہوں نے بھی یہی تحریر کیا ہے کہ ۱۲ ذی الحجہ سے قبل ہی بلکہ ۱۰ ذی الحجہ کو ہی قربانی کر لینی چاہئے۔

قربانی کے جانور کی عمر:

بکرا، بکری، بھیڑ ایک سال کی ہو، بھیڑ اور دنبہ جو ہو تو چھ ماہ کا لیکن دیکھنے میں ایک سال کا معلوم ہو اور گائے، بھینس دو سال کی اور اونٹ پانچ سال کا ہو ان سب جانوروں پر قربانی کرنا جائز ہے۔

قربانی کے جانور میں شرکاء کی تعداد:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ قربانی میں بکرا (بکری، مینڈھا، دنبہ) ایک شخص کی طرف سے ہے۔ (اعلاء السنن۔ باب ان البدنہ عن سبعۃ)

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھکر نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات (آدمی) شریک ہوجائیں۔ (مسلم۔ باب جواز الاشتراک)

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے سال قربانی کی، اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے اور گائے سات آدمیوں کی طرف سے۔ (مسلم۔ باب جواز الاشتراک فی الہدی)

قربانی کے جانور کا عیوب سے پاک ہونا:

عیب دار جانور (جس کے ایک یا دو سینگ جڑ سے اکھڑ گئے ہوں، اندھا جانور، ایسا کانا جانور جس کا کانا پن واضح ہو، اس قدر لنگڑا جو چل کر قربان گاہ تک نہ پہنچ سکتا ہو، ایسا بیمار جس کی بیماری بالکل ظاہر ہو، وغیرہ وغیرہ) کی قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔

بھینس کی قربانی کا حکم:

جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ گائے و اونٹ کی طرح بھینس پر بھی قربانی کی جاسکتی ہے۔ گائے و اونٹ کی طرح بھینس کی قربانی میں بھی سات حضرات شریک ہوسکتے ہیں۔

خود قربانی کرنا افضل ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی خود کیا کرتے تھے، اس وجہ سے قربانی کرنے والے کا خود ذبح کرنا یا کم از کم قربانی میں ساتھ لگنا بہتر ہے، جیسا کہ حدیث میں گزرا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کو قربانی پر حاضر رہنے کو فرمایا۔

قربانی کا گوشت:

قربانی کے گوشت کو آپ خود بھی کھا سکتے ہیں، رشتہ داروں کو بھی کھلا سکتے ہیں اور غرباء ومساکین کو بھی دے سکتے ہیں۔ علماء کرام نے بعض آثار کی وجہ سے تحریر کیا ہے کہ اگر گوشت کے تین حصے کر لئے جائیں تو بہتر ہے۔ ایک حصہ اپنے لئے، دوسرا حصہ رشتہ داروں کے لئے اور تیسرا حصہ غرباء ومساکین کے لئے، لیکن اس طرح تین حصے کرنے ضروری نہیں ہیں۔

میت کی جانب سے قربانی:

جمہور علماء امت نے تحریر کیا ہے کہ میت کی جانب سے بھی قربانی کی جاسکتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے قربانی کرنے کے علاوہ امت کے افراد کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے، اس قربانی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ افراد کے لئے خاص نہیں کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حدیث میں ہے کہ حضرت علیؓ نے دو قربانیاں کی اور فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قربانی کرنے کی وصیت فرمائی تھی اور اسی لئے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی قربانی کرتا ہوں۔ (ابوداؤد، ترمذی)

قربانی کرنے والے کے لئے مستحب عمل:

حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہو جائے، اور تم میں سے جو قربانی کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔ (مسلم) اس حدیث اور دیگر احادیث کی روشنی میں' قربانی کرنے والوں کے لئے مستحب ہے کہ ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کرنے تک جسم کے کسی حصے کے بال اور ناخن نہ کاٹیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر بعض حضرات نے ایک نیا فتنہ شروع کر دیا ہے کہ جانوروں کے خون بہانے کے بجائے صدقہ وخیرات کر کے لوگوں کی مدد کی جائے۔ اسمیں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اسلام نے زکوۃ کے علاوہ صدقہ وخیرات کے ذریعہ غریبوں کی مدد کی بہت ترغیب دی ہے مگر قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس عظیم الشان کارنامہ کی یادگار ہے جس میں انہوں نے اپنے لخت جگر کو ذبح کرنے کے لئے لٹا دیا تھا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بلا چوں وچرا حکم الہی کے سامنے سر تسلیم خم کر کے ذبح ہونے کے لئے اپنی گردن پیش کر دی تھی۔ مگر اللہ تعالی نے اپنا فضل فرما کر جنت سے دنبہ بھیج دیا، اِس عظیم الشان کارنامہ پر عمل قربانی کر کے ہی ہوسکتا ہے محض صدقہ وخیرات سے اِس عمل کی یاد تازہ نہیں ہوسکتی۔ نیز ۱۴۰۰ سال قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کو واضح کر دیا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عید کے دن قربانی کا جانور (خریدنے) کے

لئے پیسے خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے یہاں اور چیزوں میں خرچ کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ (طبرانی، دار قطنی)

قربانی کا مقصد محض غریبوں کی مدد کرنا نہیں ہے جو صدقہ وخیرات سے پورا ہو جائے بلکہ قربانی میں مقصود جانور کا خون بہانا ہے، یہ عبادت اسی خاص طریقہ سے ادا ہوگی، محض صدقہ وخیرات کرنے سے یہ عبادت ادا نہ ہوگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے دور میں غربت دور حاضر کی نسبت بہت زیادہ تھی، اگر جانور ذبح کرنا مستقل عبادت نہ ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ جانور ذبح کرنے کے بجائے غریبوں کی مدد کرتے مگر تاریخ میں ایسا ایک واقعہ بھی نہیں ملتا۔

قربانی سے کیا سبق حاصل کریں؟

جانور کی قربانی کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عظیم الشان عمل کو یاد کریں کہ دونوں اللہ کے حکم پر سب سے محبوب چیز کی قربانی دینے کے لئے تیار ہو گئے، لہذا ہم بھی احکام الٰہی پر عمل کرنے کے لئے اپنی جان و مال و وقت کی قربانی دیں۔

قربانی کی اصل روح یہ ہے کہ مسلمان اللہ کی محبت میں اپنی تمام نفسانی خواہشات کو قربان کر دے۔ لہذا ہمیں من چاہی زندگی چھوڑ کر رب چاہی زندگی گزارنی چاہئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں صرف یہی ایک عظیم واقعہ نہیں بلکہ انہوں نے پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں گزاری، جو حکم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ملا فوراً اس پر عمل کیا۔ جان، مال، ماں باپ، وطن اور لخت جگر غرض سب کچھ اللہ کی رضا میں قربان کر دیا، ہمیں بھی اپنے اندر یہی جذبہ پیدا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالی کا جو حکم بھی سامنے آئے اس پر ہم خوش وخرم عمل کریں۔

☆☆☆☆

صحابہ

مولانا نورالحسن انور

جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فطرت کا شاہکار ہیں اور انوار الٰہی کا آئینہ دار، اسی طرح یارانِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رسول کا شاہکار ہوتے ہیں قدر خود حسن نبی کو نکھارتی ہے۔ اور جمال حبیب کو سنوارتی ہے کیونکہ جمال حبیب میں کمال محب جھلکتا ہے۔ اور آئینہ رسالت میں حسن ازل چمکتا ہے۔ اسی طرح رسالت اپنے صحابہ کو سنوارتی ہے ان کے قلوب ونفوس کا تزکیہ وتصفیہ کرتی ہے ۔کیونکہ انہیں نفوس قدسیہ کی سیرت و کردار سے حسن نبوت آشکار ہوتا ہے۔ انہیں کی آئینہ زندگی میں نبی کی شان تنویر وتاثیر جھلکتی ہے اور دنیا اصحاب رسول کے حالات ہی سے رسول کے فیوض وکمالات کا اندازہ کرتی ہے۔ جسطرح نبی اللہ کی دلیل اور رسول وجود باری تعالی کا مظہر ہے۔ اسی طرح اصحاب رسول رسول کی رسالت وصداقت کی دلیل اور یارانِ نبی، نبی کی نبوت کا ثبوت ہیں۔ اللہ کی ذات بے عیب ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے عیب پاک معصوم ومقدس ہیں۔ لہذا آپ کے جمیع اصحاب عادل ومطہر ہیں انکی عظمت وبزرگی عدالت طہارت اور انکے حسن وجمال میں ذرہ بھر تامل نہیں ہوسکتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سراج منیر ہیں تو صحابہ تارے ہیں اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نفوس قدسیہ کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "اللہ نے مجھے چن لیا ہے اور میرے لئے میرے صحابہ کو چن لیا ہے" یہاں دو چیزیں سامنے آتی ہیں ایک انتخاب نبوت ایک انتخاب صحابہ اس حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے نبوت بھی انتخاب خدا ہے اور صحابہ بھی انتخاب خدا، اللہ نے چُن چُن کے پھول اپنے محبوب کے دامن میں ڈالدئے ہیں۔ قرآن مجید لاریب کتاب عظمت صحابہ سے بھری پڑی ہے دنیا میں انسانوں کی طرف نظر دوڑائیں تو مختلف افراد آپ کے سامنے آئیں گے۔ اچھے برے علما، فقہا، اولیا، عابد وزاہد۔ دوسری طرف علماء فقہا اولیاء اپنی زبانوں سے اعلان کر رہے ہیں اے اللہ تو راضی ہوجا۔ اور صحابہ کے بارے میں اللہ فرما رہا ہے رضی اللہ عنھم کہ یہ وافراد ہیں جن سے اللہ راضی ہو چکا ہے۔ اگر صحابہ کی عبادت کی بات کریں تو اللہ فرما رہا ہے تمھیں وہ رکوع میں سجدے میں نظر آئیں گے اسی لیے اللہ نے انکے رکوع وسجود کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا **یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا (سورۃ الحشر آیت نمبر ۸)** کہ انکے سجدے دکھلاوے کے نہیں بلکہ اللہ کی رضا والے ہیں۔

دل کا سکون

محمد داوٗد الرحمن علی

انسان کے جسم میں اللہ پاک نے ایک لوتھڑا رکھا ہے جس کو دل کہا جاتا ہے اگر یہ پرسکون رہے تو پورا جسم پرسکون رہتا ہے۔ کرہ ارض کا ہر شخص چاہتا ہے کہ میرا دل پُرسکون رہے، میری زندگی پُرسکون ہو جائے۔ یہ دل بےسکون کیوں ہوتا ہے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟

جس طرح انسان بیمار ہوتا ہے اُسے کوئی نہ کوئی بیماری ہوتی ہے اور اس کا علاج ہم حکماء و ڈاکٹر حضرات سے کراتے ہیں اسی طرح دل کے باطنی امراض بھی بہت ہیں، جن میں اکثر انسان مبتلا ہیں، جن کا احساس بھی انسان کو کم ہی ہوتا ہے، جیسے: کینہ، بغض، عداوت، دشمنی، حسد اور تکبر ہے۔ یہ ایسے امراض ہیں جو بغیر توبہ اور اصلاح کے ختم نہیں ہوتے۔ اس کا علاج بہت ضروری ہے۔ پوری دنیا ان امراض میں مبتلا ہے۔ جبکہ ہم نے اپنے دل کو بغض، عداوت، حسد، کینہ اور تکبر جیسے گناہ سے بھر رکھا ہے۔ آج پوری دنیا سکون وراحت کی تلاش میں ماری ماری پھر رہی ہے، آرام وسکون کیسے حاصل ہوگا؟

اللہ رب العزت نے دل کے سکون کو حاصل کرنے کے لیے قرآن مجید فرقان حمید مین ایک آسان ساحل ارشاد فرمایا ہے

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

اے ہمارے بندو! خوب کان کھول کر سن لو کہ تمہارے سینوں میں جو قلوب رکھے گئے ہیں ان کو سکون اور چین صرف ہماری یاد ہی سے مل سکتا ہے۔

دل کو سکون صرف اللہ کی یاد سے ملتا ہے نہ کہ اللہ کی نافرمانی سے۔ اس بات کو علامہ رومیؒ نے ایک شعر کے ذریعے سمجھایا

آں یکے در کنج مسجد مست وشاد
واں یکے در باغ ترش ونامراد

ایک شخص مسجد کی ٹوٹی چٹائی پر اللہ اللہ کر رہا ہے، اور مست وخوش ہو رہا ہے۔ اور دوسرا باغ میں ہے، پھولوں میں ہے، مگر رو رہا ہے، پھولوں میں اسے خوشی نہیں ہو رہی، اللہ تبارک وتعالیٰ چاہیں تو پھولوں میں رُلا سکتا ہے اور کانٹوں پر ہنسا سکتا ہے۔

جو بندے کو اللہ کے نام کی لذت مل گئی، پھر وہ ہر حال میں خوش رہتا ہے۔ اگر کروڑوں کی دولت ہو اور میرا رب نہ چاہے تو ہمیں سکون نہیں مل سکتا، اور اگر اللہ چاہیں تو اسباب نہ بھی ہوتوں تو وہ سکون عطا کرنے میں قدرت رکھتا ہے۔

اگر ہم اللہ رب العزت کو بھول جائیں اور نافرمانی میں مبتلا رہیں تو ہم پورے عالم کے اسباب میں ہم بے چین رہینگے جیسے مچھلی

پانی کے بغیر بے چین رہتی ہے، اگر ہم اس دل کو پُرسکون رکھنا چاہتے ہیں تو اس دل کو حسد، کینہ، و گناہوں سے پاک کرنا ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إياكم والحسد فإن الحسد يأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب"۔

اپنے آپ کو حسد سے بچاؤ! اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔"

یہ حسد ہے جو تمام نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے، ساری محنت پر پانی پھیر دیتا ہے، جیسا کہ ایک بزرگ نے خوب کہا ہے کہ سب سے پہلی چیز کبر ہے۔

دل تو ابتدا ہی سے بالکل خالی پیالے کی طرح تھا، ہم نے خود اس میں لذتوں کا اضافہ کیا ہے، اس دل میں ہر چیز کے لیے جگہ رکھی لیکن نہیں رکھی تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی جگہ ہی نہیں رکھی۔ علماء اکرام فرماتے ہیں ایک دل میں دو محبتیں نہیں رہ سکتیں اس دل میں اگر دُنیا کی محبت آگئی تو رب کی محبت نکل جائے گی اور رب کی محبت آگئی تو دنیا کی محبت نکل جائے گی۔

دل کا سکون حاصل کرنے کے لیے ہم ایک ملک سے دوسرے ملک سیر و تفریح کی غرض سے سفر کرتے ہیں، ہم مسلمان، بیہودہ فلموں اور حیاباختہ گانوں میں اپنے دل کا سکون تلاش کرتے ہیں، ہم نے اسی کو اپنا مقصدِ حیات بنایا ہوا ہے، حالانکہ اس میں سکون رکھا ہی نہیں۔ سکون اور اطمینان قلب وہاں ڈھونڈنا چاہیے جہاں اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔

آپ دنیا کا جائزہ لیجئے آپ کو بہت سے ایسے لوگ نظر آئینگے جو خدا کی ذات کو یاد کر کے چین و آرام کی زندگی پاتے ہیں، ان کو کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوتی۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ سکون و اطمینان اللہ کے گھر اور وہاں ہوتا ہے جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کی جاتی ہے۔

اولیاء اللہ کی صحبت میں جا کر اپنی اصلاح کروائیے! تاکہ دل ان مہلک امراض سے خالی ہو جائے۔ یہی ان مہلک امراض باطنی کے ماہر ہیں جو خانقاہوں میں بیٹھے اللہ کے ذکر سے لوگوں کے دلوں کو روشن کرتے ہیں۔ ان اللہ والوں کی خدمت میں کچھ وقت گزاریں، اللہ اللہ کی صدائیں بلند کریں، اللہ کا ذکر کریں ان شاء اللہ دل پُرسکون ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہم سب کے دلوں کو روشن فرمائے، پُرسکون فرمائے، ہمارے دلوں کو گناہوں سے پاک فرمائے، اور ہمارے دلوں کو منور فرمائے۔ آمین ثم آمین

میں نے اپنے رب کو قرض دیا ہے

محمد حفص فاروقی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فلاں شخص کا ایک کھجور کا درخت ہے اور میں اپنی دیوار کی ٹیک اس درخت سے لگانا چاہتا ہوں اس سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہہ دیجئے کہ وہ یہ درخت مجھے دے دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس درخت کے مالک سے ارشاد فرمایا کہ وہ اپنا کھجور کا درخت جنت کے کھجور کے درخت کے عوض دے دے لیکن اس آدمی نے دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے انکار کے بعد حضرت ابودحداح رضی اللہ عنہ کھجور کے درخت کے مالک کے پاس پہنچے اور اسے کہا کہ تم یہ کھجور کا درخت میرے کھجور کے باغ کے عوض مجھے فروخت کر دو، اس نے فروخت کر دیا۔ کھجور کا درخت خریدنے کے بعد حضرت ابودحداح رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی میں نے وہ کھجور کا درخت اپنے باغ کے عوض اس شخص سے خرید لیا ہے آپ اس کھجور کے درخت کو اس ضرورت مند کو دیجئے میں نے یہ کھجور کا درخت آپ کو دیا، یہ سُن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جنت میں ابودحداح رضی اللہ عنہ کے لیے کتنے کھجور کے بڑے اور بھاری خوشے ہیں

ان کلمات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی مرتبہ فرمایا راوی کہتے ہین اس کے بعد حضرت ابودحداح رضی اللہ عنہ باغ پہنچے اور اپنی بیوی سے فرمایا اے ام دحداح! اس باغ سے باہر آئیں میں نے اس کو جنت کی کھجور کے عوض بیچا ہے، بیوی نے کہا بڑی نفع مند بیع ہوئی یا اس طرح کا کوئی کلمہ کہا۔ (کذافی الاصابتہ ج ۴ ص ۵۹، قال الہیثمی ج ۹ ص ۳۲۴، رواہ احمد وطبرانی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قرآن مجید یہ آیت نازل ہوئی

مَّنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ

ایسا کون شخص ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے پھر اللہ اس کو کئی گنا بڑھا کر دے، اور اللہ ہی تنگی کرتا ہے اور کشائش کرتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (سورۃ البقرۃ، آیت ۲۴۵)

توحضرت ابودحداح رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ پاک ہم لوگوں سے قرض کا ارادہ فرماتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایاہاں اے بودحداح! انہوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا ہاتھ مبارک دکھائیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک حضرت ابودحداح رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا اورعرض کیا کہ میں اپنا یہ باغ اللہ تعالیٰ کوقرض دے دیا۔ روای فرماتے ہیں حضرت ابودحداح رضی اللہ عنہ کے اس کھجور کے باغ میں چھ سو درخت موجود تھے۔ وہاں سے حضرت ابودحداح سیدھا باغ پہنچے آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی ام دحداح رضی اللہ عنہا اور آپ رضی اللہ عنہ کے بچے اس باغ میں تھے باہر سے آواز دی اے اُم دحداح! شوھر کی آوزسن کر بیوی نے کہا لبیک! حضرت ابودحداح رضی اللہ عنہ نے بیوی سے فرمایا اس باغ سے نکلو! اس باغ کو میں نے اللہ ربّ العزت کوقرض دیا ہے۔ (قال الہیثمی ج ۹ ص ۳۲۴ رواہ ابویعلی والطبرانی، حیاۃ الصحابہ ج ۴ ص ۱۸۳)



خوف ہوگا، مشکل بھی ہوگی، لوگ بھی ناراض ہوں گے، مخالفت بھی ہوگی، دل کوزخمی کردینے والی باتیں بھی ہوں گی.. مگرہمیں ڈٹ جانا ہے، استقامت دکھانی ہے، اللہ کے حکم کو مان لینا ہے، جھک جانا ہے اللہ کے لئے، دین کوصرف فراغت کے لئےنہیں رکھنا، بلکہ اپنی زندگی کودین کے مطابق ڈھالنا ہے، اور نہیں ڈرنا اللہ کے سوا کسی سے... پھر وہ رب ہے ناجس کے وعدے سچے ہیں، وہ کافی ہوجائے گا، اس پرتوکل توکر کے دیکھیں، وہ بدلے گا خوف کوامن میں، اندھیروں کوروشنی میں، مخالفتوں کومحبت میں، لوگوں کی ناراضگی کواپنی رضا سے وہ رب ہے نا بھروسہ رکھیں

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ

مدیر التحریر کے قلم سے

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ قصبہ دیوبند کے خاندانِ عثمانی کے گھر ۱۲۷۵ھ میں پیدا ہوئے۔ مفتی اعظم حضرت مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ کا تاریخی نام ''ظفر الدین'' ہے، آپ تاریخی نام سے مشہور نہ ہوئے۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانیؒ دیوبند کے عثمانی شیوخ میں سے تھے، ان کا سلسلۂ نسب تینتالیس پشت پر بعد ذوالنورین خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے، آپ کی اٹھارہویں پشت کی اولاد میں ''خواجہ ابوالوفا عثمانی'' کا نام آتا ہے، ان کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ موصوف جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتیؒ کے چچازاد بھائی تھے، یہ آٹھویں صدی ہجری میں دیوبند تشریف لائے اور یہیں محلہ ''محل'' دیوبند میں ہمیشہ کے لیے سو گئے۔ دیوبند کے ''عثمانی شیوخ'' انھیں کی اولاد ہیں۔

آپؒ کے والد ماجد حضرت مولانا فضل الرحمن عثمانیؒ اپنے زمانے میں اُردو ادب کے ماہر اور ایک جید عالم دین تھے۔ حضرت مولانا فضل الرحمن عثمانیؒ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے قریبی رفقاء میں شامل تھے اور آپؒ کے والد ماجد کا دارالعلوم دیوبند کے بانیان میں شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا فضل الرحمن عثمانی نے بیالیس سال دارالعلوم دیوبند کی بے لوث خدمت کی ہے۔ کے آٹھ صاحب زادوں میں حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب کے علاوہ کئی ایک نے بڑا نمایاں مقام حاصل کیا، جیسے حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ کی تعلیم و تربیت اکابرین علماء دیوبند کی آغوش میں ہوئی، آپؒ نے بیشتر کتابیں حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ اور حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ سے پڑھیں۔ ۱۲۹۸ھ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے کی، علومِ ظاہری کی تکمیل کے بعد علومِ باطنی کی تکمیل کے لیے آپ نے حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعتِ سلوک کیا؛ بالآخر انھیں کے جانشین اور خلیفہ ہوئے۔ (فقیہ اعظم، ص: ۱۲)

۱۲۹۹ھ میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر ہوئے اس کے بعد آپؒ بلسلہ تعلیم وتدریس مدرسہ عالیہ رام پور تشریف لے گئے اس مدرسہ میں لوگ آپؒ سے فیوض حاصل کرتے رہے۔

۱۳۰۹ھ میں دارالعلوم دیوبند کے طلب کرنے پر آپؒ دوبند تشریف لائے۔ دارالعلوم دیوبند کی شُہرت ومقبولیت کے عام ہونے کی وجہ سے لوگ استفتاء کے لیے دارالعلوم دیوبند سے رابطہ کرتے تھے ابتداء میں اساتذہ دارالعلوم بالخصوص شیخ الحدیث عارف باللہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ حسب ضرورت وموقع فتاویٰ جات تحریر فرمادیا کرتے تھے بعدازاں افتاء کا کام بڑھنے کی وجہ سے ضرورت محسوس ہوئی کہ کسی شخص کو باقاعدہ طور پر دارالافتاء میں تعینات کیا جائے تاکہ آنے والے سوالات کا جواب دیا جاسکے۔ اس کام کو نبھانے کے لیے قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ۱۳۱۰ھ میں حضرت مولانا مفتی محمد عزیز الرحمن عثمانیؒ کو اس منصب کے لیے مقرر فرمایا۔ آپؒ نے ۳۶ سال بحثیت صدر مفتی دارالعوم دیوبند ومفتی اعظم ہند افتاء کی خدمت سرانجام دی۔ آپؒ کے ہاتھوں سے لاکھوں فتویٰ جات جاری ہوئے۔ آپؒ کے جو فتویٰ جات محفوظ تھے ان سے کچھ فتویٰ جات حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے "عزیز الفتاویٰ" کے نام سے شائع کیے بعدازاں مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ نے ان فتویٰ جات کو ازسرِنو جمع کرکے شائع کرنے کا فیصلہ کیا اوراس ترتیب کی ذمہ داری حضرت مولانا ظفیر الدین صاحب کو دی گئی حضرت نے یہ ذمہ داری خوب ادا کی اور "فتاویٰ درالعلوم دیوبند" کے نام سے چودہ جلدیں شائع کی گئیں۔

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ کا علمی وروحانی مقام بہت بلند ہے بڑے بڑے علماء ومشائخ آپؒ کی جامع شخصیت اور علمی مقام کا اعتراف کرتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ آپؒ کی علمی شان کے معترف تھے۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ "اَب سے ایک صدی پہلے تک اس شان کا فقیہ النفس علماء کی جماعت میں نظر نہیں آتا۔"

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی کے مزاج میں بے حد سادگی تھی، تواضع عجز وانکساری، زہدوتقویٰ میں آپؒ کو کمال حاصل تھا۔ تواضع اس قدر تھی کہ باجود تلامذہ اور خدام کے موجود ہونے کے اپنے گھر کے کام خود اپنوں ہاتھوں سے کیا کرتے تھے، اپنا اور پڑیوسیوں کا سامان بازار سے خرید کر خود لایا کرتے تھے اور فرماتے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہی معمول تھا۔

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ کے ممتاز تلامذہ میں حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاریؒ اور حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ جیسی شخصیات شامل ہیں۔

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ اپنے ظاہری و باطنی، علمی وروحانی کمالات میں اپنی نظیر آپ تھے۔ ساری زندگی درس وتدریس وخدمت افتاء میں مصروف رہے، یہ خدمت کرتے کرتے ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ میں آپؒ داعی اجل کو لبیک کہا اور قبرستان قاسمی میں سپرد خاک ہوئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اللہ پاک حضرت والاؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے فتاویٰ جات سے ہمیں استفادہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین



حسین بن محمد سمرقندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امام بخاری رحمہ اللہ میں یوں تو کئی خوبیاں تھیں لیکن تین خاص طور سے نمایاں تھیں: وہ بہت کم بولتے تھے؛ لوگوں سے کسی قسم کی طمع نہیں رکھتے تھے؛ لوگوں کے معاملات میں نہیں پڑتے تھے، انھیں صرف علم سے سروکار تھا۔

السیر: (۱۲/ ٤٤٨)

اللہ کے مبغوض بندے

محترم اثم اثری

اللہ تعالیٰ جن لوگوں سے نفرت کا معاملہ فرماتے ہیں ان کی نشانی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرما دی ہیں تا کہ خود کو ان گندے اوصاف سے دور رکھا جا سکے۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّرَضِیَ اللّٰہ عَنْہ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:وَالثَّلَاثَةُ الَّذِينَ يُبْغِضُهُمُ اللَّهُ: اَلشَّيْخُ الزَّانِي وَالْفَقِيْرُ الْمُخْتَالُ وَالْغَنِيُّ الظَّلُوْمُ.جامع الترمذی، حدیث نمبر 2568

ترجمہ: حضرت ابوذر غِفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین طرح کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ نفرت کا معاملہ فرماتے ہیں ان میں سے پہلا وہ شخص ہے جو بوڑھا ہو جائے پھر بھی زنا کرے۔ دوسرا وہ شخص جو فقیر اور تنگدست ہو پھر بھی تکبر کرے اور تیسرا وہ شخص جو مال دار ہو لیکن دوسروں پر ظلم کرے۔ اس حدیث مبارک میں ان تین طبقات کا ذکر ہے جن کے ساتھ اللہ رب العزت انتہائی نفرت کا معاملہ فرماتے ہیں۔ بڑھاپے میں بھی زنا کرنے والا۔ فقیر ہو کر بھی تکبر کرنے والا اور مال دار ہو کر ظلم کرنے والا۔ یہ وہ تین طرح کے لوگ ہیں جو نگاہ خداوندی میں انتہائی مبغوض اور قابل نفرت ہیں۔ اللہ کے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت پر کس قدر احسان ہے کہ آپ نے ایسے لوگوں اور ان کے ان کاموں کی نشاندہی بھی فرما دی ہے جس کی وجہ سے وہ اللہ رب العزت کی نگاہ میں مبغوض ٹھہرتا ہے۔ پہلا مبغوض بندہ: وہ ہے جو بوڑھا ہو کر بھی زنا کرتا ہو۔ یوں تو زنا ہر ایک کے لیے بہت بڑا گناہ ہے لیکن انسان عمر کے اس حصے میں پہنچ جائے کہ جہاں جنسی خواہشات کمزور ہو چکی ہوتی ہیں، اسباب زنا کے مواقع بہت کم ہو جاتے ہیں، اس کے باوجود بھی جب کوئی زنا کرتا ہے تو اللہ ایسے بندے سے شدید نفرت فرماتے ہیں۔ کبیرہ گناہوں میں سے زنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ قرآن کریم نے اس کے متعلق یہ نہیں کہا کہ تم زنا نہ کرو بلکہ اسے بے حیائی اور بہت بُرا راستہ قرار دے کر اس کے قریب جانے سے بھی روک دیا ہے یعنی تمام ایسی باتوں سے خود کو بچانے کا حکم دیا جن کی وجہ سے انسان زنا جیسی لعنت میں

گرفتار ہوسکتا ہے۔یعنی نامحرم کے ساتھ بے حجابانہ گفتگو، تنہائی، بوس و کنار وغیرہ۔عموماً بدنظری سے شروع ہونے والا سفر بدکاری تک جا کر تمام ہوتا ہے۔اس دوران جتنے مراحل سے انسان گزرتا ہے ہر ہر لمحے میں اللہ کی ناراضگی اور پھٹکار کا شکار ہوتا رہتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں زنا کو فروغ دینے کے لیے ایسی راہیں ہموار کی جا چکی ہیں کہ اب احساس گناہ ہی مٹتا چلا جارہا ہے۔یہی وہ وقت ہوتا ہے جب بندہ توبہ کی توفیق سے محروم ہوجاتا ہے۔ہمارے بچے اور بالخصوص نوجوان نسل اس کا اتنا شکار ہوچکی ہے کہ الامان والحفیظ۔اس سے کہیں زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ عمر رسیدہ بوڑھے زنا میں مبتلا نظر آتے ہیں۔حالات وواقعات کی دنیا میں آئے روز ایسی باتیں سننے کوملتی ہیں۔اسلامی شریعت میں اس گناہ سے معاشرے کو بچانے کے لیے سخت ترین سزا مقرر فرمائی گئی۔شادی شدہ مرد یا عورت اگر زنا کرے تو اس کو رجم یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے اور اگر غیر شادی شدہ مرد یا عورت زنا کرے تو اسے 100، 100 کوڑے مارے جائیں گے۔یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ جیسے زنا کی سزا بہت سخت ہے اسی طرح زنا کو ثابت کرنے کے لیے گواہوں کی گواہی کو پرکھنے کا طریقہ اور حکم بھی بہت سخت ہے۔

دوسرا مبغوض بندہ: وہ بندہ جو فقیر اور تنگدست ہو پھر بھی تکبر کرے۔قرآن وسنت میں متکبر شخص کے بارے میں بہت سخت وعیدیں مذکور ہیں۔تکبر کرنا ویسے ہی بہت بڑا گناہ ہے لیکن ایک ایسا شخص جس کے پاس اسباب تکبر بھی نہیں، وہ بھی تکبر کرے تو اللہ رب العزت کی نگاہ رحمت میں قابل نفرت بن جاتا ہے۔تکبر کسے کہتے ہیں؟

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ قَالَ رَجُلٌ : إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً ، قَالَ : إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ۔ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ، وَغَمْطُ النَّاسِ. صحيح مسلم، باب الكبر و بيانه، حديث نمبر 178

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بندہ جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا۔اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ بندہ اچھے کپڑے اور اچھے جوتے کو پسند کرتا ہے۔(کیا یہ بھی تکبر ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ نہیں۔اللہ جمیل ہیں اور حسن و جمال کو پسند فرماتے ہیں۔تکبر یہ ہے کہ بندہ حق بات کو قبول نہ کرے اور لوگوں کو ذلیل سمجھے۔حدیث مبارک کے پہلے حصے میں متکبر کی سزا کا تذکرہ ہے کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا اور دوسرے حصے میں تکبر کی تعریف اور حقیقت بیان فرمائی گئی ہے۔عام طور پر تکبر علم، حسب ونسب، مال و دولت، حسن و جمال پر کیا جاتا ہے جبکہ یہ ساری چیزیں اللہ رب العزت کی محض عطا ہیں اس پر انسان کو اترانا اور تکبر کرنا زیب ہی نہیں دیتا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبر کا علاج یہ بتلایا ہے کہ بندہ سلام کرنے میں پہل کرے۔

تیسرا مبغوض بندہ: وہ ہے جسے اللہ نے مال دیا ہو اور وہ ظلم کرے۔ جو بندہ مال دار ہونے کے باوجود ظلم کرتا ہے وہ اللہ کے ہاں قابل نفرت ہے۔ کیونکہ مال کا مل جانا محض اللہ کی عطا سے ہے اس کی وجہ سے اور اس کے ہوتے ہوئے کسی پر ظلم کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ محدثین کرام رحمہم اللہ نے **الغنی الظلوم** کی تشریح میں یہ بھی فرمایا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو دولت مند ہونے کے باوجود بھی قرض خواہوں کو قرض کی ادائیگی نہ کرے یہ بھی ظلم ہے۔

اللہ کریم ہمیں اپنے محبوب بندوں میں شامل فرمائے اور مبغوض ہونے سے بچائے۔ آمین بجاہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم



حسن سلوک کی وصیت!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ماؤں کے ساتھ حسن سلوک (اچھے برتاؤ) کی وصیت کرتا ہے یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ تم کو اپنے باپوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہے، پھر جو تمہارے زیادہ قریب ہوں، پھر ان کے بعد جو قریب ہوں ان کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہے۔

سنن ابن ماجہ-3661

خواہش گناہ

محترم عبدالمطلب اکاخیل

اللہ رب کریم نے ہمیں شریعت کے قانون کے ذریعے زندگی گزارنے کا جو طریقہ بتایا ہے اس میں امتحانات ہیں اللہ کی طرف سے کہ میرا بندہ اس طریقے سے زندگی گزار کر میرے پاس لوٹے اور پھر میں اسے انعامات سے نوازوں لیکن ہم گناہ گار بندے ہیں اور ہمیں ہر گناہ کے کام میں حلاوت نظر آتی ہے جو کہ ہمارے نفس کا دھوکہ ہے۔ ہماری خواہشات اکثر و بیشتر وہ ہوتی ہیں جو دین اسلام متصادم ہو۔

ہر شخص جانتا ہے کہ ہر اچھے یا بُرے عمل کا ردِعمل ضرور ہوتا ہے، دنیا میں پیش آنے والے حالات پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والی چیز انسان کے اچھے یا بُرے اعمال ہیں جن کا براہِ راست تعلق اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ناراضی سے ہے۔ کسی واقعہ اور حادثہ کے طبعی اسباب جنہیں ہم دیکھتے، سُنتے اور محسوس کرتے ہیں، وہ کسی اچھے یا برے واقعہ کے لیے محض ظاہری سبب کے درجہ میں ہیں۔ ہم اکثر و بیشتر ایسے حوادث وآفات کو صرف طبعی اور ظاہری اسباب سے جوڑتے اور پھر اِسی اعتبار سے اُن حوادث سے بچاؤ کی تدابیر کرتے ہیں۔ شرعی تعلیمات کی روشنی میں بحیثیت مسلمان ہمیں یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم اور امر سے ہوتا ہے، جس کا عقل اور حواس خمسہ کے ذریعہ ادراک کرنے سے ہم قاصر ہیں، شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جزاء وسزا کا جو نظام سمجھایا ہے، وہ ہمیں اس غیبی نظام کے بارے میں آگاہ کرتا ہے، وہ یہ کہ کسی بھی واقعہ اور حادثہ کا اصل اور حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ناراضی ہے۔

پھر بھی ہم اپنی خواہشات کی وجہ سے اکثر گناہ پر آمادہ ہوتے ہیں۔ گناہ کی خواہش نفس اور شیطان کے اثرات سے بڑے بڑے پرہیزگاروں کو بھی ہوتی ہے، لیکن وہ اس کا علاج اس طرح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں، اور اس کی بارگاہ میں حاضری کا دھیان کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں، یعنی ان کو گناہ کی

حقیقت نظر آجاتی ہے۔اوراس کے نتیجے میں وہ گناہ سے بچ جاتے ہیں،اوراگر کبھی غلطی ہوبھی جائے تو توبہ کی توفیق ہوجاتی ہے۔

اگر ہم یہ سوچ کر کہ اللہ تعالیٰ نے حالات کو(خواہ اچھے ہوں یا بُرے)انسانی اعمال سے جوڑااوروابستہ فرمایا ہے، چنانچہ انسان کے نیک وبداعمال کی نوعیت کے اعتبار سے احوال مرتب ہوتے ہیں؛صحت ومرض، نفع ونقصان، کامیابی وناکامی، خوشی وغمی، بارش وخشک سالی، مہنگائی وارزانی، بدامنی ودہشت گردی، وبائی امراض، زلزلہ،طوفان،سیلاب وغیرہ اورجتنی بھی پریشانیاں ہیں یہ سب ہمارے نیک وبداعمال کا ہی نتیجہ ہوتے ہیں۔یعنی کہ ان سب احوال کے ظاہری اسباب کچھ بھی ہوں؛مگر حقیقی اسباب ہمارے نیک وبداعمال ہوتے ہیں۔اس طرح کے خوفناک اورعبرت انگیز واقعات دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے"الارم"اور"تنبیہ"ہوتے ہیں؛ تاکہ انسان اپنے اعمال کا محاسبہ کرے اورکوئی تنبیہ اس کے غفلت شعار دل کو جُنبش دینے میں کامیاب ہوجائے تو پھر ہم اپنے گناہوں کے خواہشات کا گلہ گھونٹ سکتے ہیں۔

ہمیں سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم طریقہء اطاعت صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین تابعین وطبع تابعین اور بزرگان دین سے سیکھنا چاہیے کہ کس طرح وہ گناہوں سے اپنے دامن کو بچاتے رہے اوراللہ رب کریم کے مقرب بندوں میں شامل ہوگئے۔گناہ کی خواہش ایک بیماری ہے اور ہر بیماری کا علاج ہے اس روحانی بیماری جسے دل کی بیماری بھی کہہ سکتے ہیں کا علاج اللہ رب کریم کا ذکر ہے جتنا ہم اللہ کا ذکر کریں گے ہمارے دلوں میں اللہ کی محبت داخل ہوگی اور گناہ کی خواہش ہمارے دلوں سے نکلتی جائے گی۔اور پھر ہم اللہ سے دل کی پاکی کے لیے دعا کریں گے اور مدد مانگیں گے تو اللہ رب کریم سننے والا ہے وہ ہماری مدد فرمائیں گے اور پھر ہمارے اخلاص کا نتیجہ ہماری پاکی اور رب کے انعامات کی شکل میں ظاہر ہوگی ان شاءاللہ

اللہ ہمارے دلوں کی حفاظت فرمائے اور گناہ کی جو خواہشات ہیں اس سے ہمیں بچائے اور ایمان سلامت رکھے دین پر استقامت نصیب فرمائے آمین

☆☆☆☆

جیسی کرنی ویسی بھرنی

محترمہ زنیرہ عقیل

اللہ رب کریم نے انسان کو پیدا فرما کر اس دنیا کے کمرہ امتحان میں اس لیے بھجوایا کہ جو کچھ اس دنیا میں کرے اس کا ویسا ہی صلہ دیا جائے اعمال صالحہ پر انعامات اور اعمال بد پر سزائیں متعین کی گئی ہیں۔لیکن ساتھ ساتھ اس دُنیا میں پیش آنے والے اچھے یا بُرے واقعات سے حاصل ہونے والا انسانی تجربہ اس بات پر بھی شاہد ہے کہ بہت سارے لوگوں اور قوموں پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے دُنیا میں ہی مختلف قسم کے عذاب آئے ہیں، مثلاً: کوئی مسخ کیا گیا، کوئی زمین میں دھنسایا گیا، کوئی دریا میں غرق کیا گیا، کوئی طوفان کی نذر ہوا۔ان تباہ شدہ اقوام کی بستیوں کے کھنڈرات آج بھی اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ نافرمانی سببِ پریشانی ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیثِ مبارکہ میں اعمال کی حسبِ نوعیت تاثیرات کو مختلف پہلوؤں اور طریقوں سے بیان فرمایا ہے، امت کو بدعملیوں کے بُرے نتائج سے آگاہ فرما کر اعمال کی اصلاح کا حکم دیا ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّه حَيٰوةً طَيِّبَةً“ (النحل:۹۷)

ترجمہ: ”جو کوئی نیک کام کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیہ کہ صاحبِ ایمان ہو، تو ہم اُسے پاکیزہ (یعنی عمدہ) زندگی دیں گے“۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ نیکی پُرسکون زندگی کا سبب ہے؛ چنانچہ دو چیزوں (ایمان اور اعمال صالحہ) کے موجود ہونے پر اللہ تعالیٰ نے ”**حیٰوۃ طیبۃ**“ یعنی پرلطف اور پُرسکون زندگی عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔عام آدمی بھی یہ آیت پڑھ کر یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ نہ ہوں یا کوئی ایک نہ ہو تو ”**حیٰوۃ طیّبۃ**“ یعنی ”پُرسکون زندگی“ نصیب نہ ہوگی، بلکہ ”پریشان زندگی“ نصیب ہوگی۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

"ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ" (الروم: ۴۱)

ترجمہ: "خشکی اور تری میں لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی (اعمال) کے سبب خرابی پھیل رہی ہے؛ تاکہ اللہ تعالیٰ اُن کے بعض اعمال کا مزہ انہیں چکھادے؛ تاکہ وہ باز آجائیں"۔

اور فرمایا ہے کہ

"وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ" (الشوریٰ: ۳۰)

ترجمہ: "اور تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے کاموں سے (پہنچتی ہے) اور بہت سارے (گناہوں) سے تو وہ (اللہ تعالیٰ) درگزر کردیتا ہے"۔

یعنی مصیبت اور فساد کا سبب خود انسان کے اپنے کیے ہوئے بُرے اعمال ہیں، اور یہ بھی بآسانی سمجھ میں آرہا ہے کہ: اگر بُرے اعمال نہ ہوں تو یہ مصائب، آفات اور فسادات وغیرہ بھی نہ ہوں گے۔ نتیجہ یہی نکلا کہ "نافرمانی سببِ پریشانی اور فرمانبرداری سببِ سکون ہے"۔

اسی طرح فرمایا ہے کہ

"وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ" (طه: ۱۲۴)

ترجمہ: "اور جو شخص میری نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لیے (دنیا اور آخرت میں) تنگی کا جینا ہوگا"

مطلب یہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل نہ کی؛ بلکہ نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ اس پر دنیا کی زندگی تنگ کردیں گے، ظاہری طور پر مال و دولت، منصب و عزت مل بھی جائے تو قلب میں سکون نہیں آنے دیں گے، اس طور پر کہ ہر وقت دنیا کی حرص، ترقی کی فکر اور کمی کے اندیشہ میں بے آرام رہے گا۔ اس آیت سے بھی یہی ثابت ہوا کہ "نافرمانی سببِ پریشانی اور فرمانبرداری سببِ سکون ہے"۔

"وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ" (الاعراف: ۹۶)

ترجمہ: "اور اگر ان بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے؛ لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا"۔

یعنی ایمان اور تقویٰ (اعمالِ صالحہ) برکت و خوشحالی کا ذریعہ اور بُرے اعمال عذاب و پکڑ اور پریشانی کا سبب ہیں۔

"وَ يٰقَوۡمِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَيۡهِ يُرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَيۡكُمۡ مِّدۡرَارًا وَّيَزِدۡكُمۡ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمۡ وَلَا تَتَوَلَّوۡا مُجۡرِمِيۡنَ"(هود:۵۲)

ترجمہ:"اوراے میری قوم! تم اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤاوراس کے سامنے توبہ کرو، وہ تم پر خوب بارش برسائے گا اور تم کو قوّت دے کر تمہاری قوّت میں زیادتی کرے گا اور مجرم رہ کر اعراض مت کرو"۔

"فَقُلۡتُ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا، يُّرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَيۡكُمۡ مِّدۡرَارًا، وَّيُمۡدِدۡكُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِيۡنَ وَيَجۡعَلۡ لَّكُمۡ جَنّٰتٍ وَّيَجۡعَلۡ لَّكُمۡ اَنۡهٰرًا"(نوح:۱۲)

ترجمہ:"تو میں نے کہا کہ گناہ بخشواؤ اپنے رب سے، بے شک وہ بخشنے والا ہے، تم پر آسمان کی دھاریں (تیز بارشیں) برسائے گا اور بڑھا دے گا تم کو مال اور بیٹوں سے اور بنادے گا تمہارے واسطے باغ اور بنادے گا تمہارے لیے نہریں"۔

نعمتوں اور برکات کے حصول کا طریقہ گناہوں سے توبہ، استغفار اور تقویٰ کو بیان فرمایا ہے، جب معلوم ہوا کہ گناہوں کا چھوڑنا اور توبہ کرنا مال واولاد کی کثرت اور خوشحالی کا سبب ہے تو اس سے لازمی طور صاحبِ عقل وشعور یہی نتیجہ نکالے گا کہ" گناہ اور نافرمانی، نعمتوں میں کمی اور بدحالی کا سبب ہے"۔

۸- "وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا، وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ"(الطلاق:۳،۲)

ترجمہ:"اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے، جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا"۔

اس آیت میں تقویٰ کو نجات اور وسعتِ رزق کا سبب بتایا ہے اور اس کا عکس یہی ہے کہ نافرمانی اور گناہ' پریشانیوں میں گرفتار ہونے اور قلتِ رزق اور نعمت میں کمی کا سبب ہے۔

۹- "وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرۡيَةً كَانَتۡ اٰمِنَةً مُّطۡمَئِنَّةً يَّاۡتِيۡهَا رِزۡقُهَا رَغَدًا مِّنۡ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتۡ بِاَنۡعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الۡجُوۡعِ وَالۡخَوۡفِ بِمَا كَانُوۡا يَصۡنَعُوۡنَ"(النحل:۱۱۲)

ترجمہ:"اور بتائی اللہ نے ایک بستی کی مثال جو چین وامن سے تھے، چلی آتی تھی اس کی روزی فراغت سے ہر جگہ سے، پھر ناشکری کی اللہ کی نعمتوں کی، پھر مزہ چکھایا اس کو اللہ نے بھوک اور خوف کے لباس کا"۔

یہ آیت ایک آئینہ ہے جس میں اقوام اپنی حالت دیکھ اور جانچ سکتے ہیں۔ غیر اسلامی رویہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے، نتیجہ موجودہ حالات ہیں۔ اس آیت میں بھی ناشکری کی دو سزائیں مذکور ہیں، ہم نے بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری اور اُس کی نافرمانی

کی ہے؛اس لیے ہم ان حالات کا شکار ہیں۔

بہت سی احادیث بھی "نافرمانی سببِ پریشانی اور فرمانبرداری سببِ سکون" پر دلالت کرتی ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس وقت کیا ہوگا؟ جب پانچ چیزیں تم میں پیدا ہوجائیں گی اور میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ تم میں پیدا ہوں یا تم ان (پانچ چیزوں) کو پاؤ،(وہ یہ ہیں):

۱- بے حیائی: جسے کسی قوم میں علانیہ (ظاہراً) کیا جاتا ہو تو اس میں طاعون اور وہ بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جو ان سے پہلوؤں میں نہیں تھیں۔

۲- اور جو قوم زکوٰۃ سے رک جاتی ہے تو وہ (درحقیقت) آسمان سے ہونے والی بارش کو روکتی ہے اور اگر جانور نہ ہوتے تو ان پر بارش برستی ہی نہیں۔

۳- اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو وہ قحط سالی،رزق کی تنگی اور بادشاہوں کے ظلم میں گرفتار ہوجاتی ہے۔

۴- اور امراء جب اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے بغیر فیصلے کرتے ہیں تو ان پر دشمن مسلط ہوجاتا ہے جو ان سے ان کی بعض چیزوں کو چھین لیتا ہے۔

۵- اور جب اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلمکی سنت کو چھوڑتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے آپس میں جھگڑے پیدا کردیتا ہے"۔(الترغیب،ج:۳،ص:۱۶۹)

مذکورہ حدیث میں مختلف گناہوں کو مختلف آفات و پریشانیوں کا سبب بتایا گیا ہے،اس قدر صراحت کے بعد بھی کیا اس حقیقت سے انکار ممکن ہے کہ "نافرمانی سببِ پریشانی اور باعثِ عذاب ہے"؟۔

حضرت حسن بصریؒ سے منقول ایک حدیث میں ہے کہ:

"أعمالكم عمالكم وكما تكونوا يولى عليكم"(كشف الخفاء ج: ۱،ص:۱۴۷، بحواله طبرانی)

ترجمہ:"تمہارے اعمال ہی (درحقیقت) تمہارے حاکم ہیں اور جیسے تم ہوگے ایسے ہی حاکم تم پر مسلّط ہوں گے"۔

یہ حدیث بھی اعمالِ بد کے برے نتائج برآمد ہونے پر دلالت کرتی ہے؛ چنانچہ برے اور ظالم حکمران بھی اعمالِ بد کی وجہ سے مسلط ہوتے ہیں۔

" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک دفعہ مدینہ اور حجاز کے علاقہ میں زبردست قحط پڑا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر وشام کے علاقہ سے کثیر مقدار میں غذائی اشیا منگوائیں؛ مگر قحط کسی طور پر کم نہ ہوا، ایک صحابی بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کو خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: میں تو سمجھتا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ سمجھدار آدمی ہے! اس صحابی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب سنایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت پریشان ہوئے اور نمازِ فجر کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں نے میرے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلمکے بعد کوئی تبدیلی محسوس کی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: نہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کچھ تعریف کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھنے والے صحابی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اپنا خواب بیان کریں۔ خواب سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا: امیر المؤمنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جانب متوجہ فرمارہے ہیں کہ قحط کے حالات سے نمٹنے کے لیے آپ دنیا کے ظاہری اسباب تو اختیار فرمارہے ہیں؛ لیکن آپ نے اللہ تعالیٰ سے رجوع نہیں کیا، یعنی نمازِ استسقاء نہیں پڑھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ حق قبول کرنے کا مزاج رکھتے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے نمازِ استسقاء ادا فرمائی اور ایسی بارش ہوئی کہ مدینہ کا طویل قحط دور ہوا۔ (البدایہ والنہایہ، ج: ۷، ص: ۲۰۳، ۲۰۴)

اس واقعہ پر غور کرنے سے یہی نتیجہ نکلے گا کہ اچھے اعمال کا اثر بھی اچھا اور بُرے اعمال کا اثر بھی بُرا ہوتا ہے، جیسا کہ مذکورہ واقعہ میں نمازِ استسقاء کا اثر اچھا ہوا۔ اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسائل صرف ظاہری اسباب سے حل نہیں ہوتے؛ بلکہ ان کے لیے باطنی اسباب بھی ضروری ہوتے ہیں۔



جھوٹ بولنا مسلمان کی شان نہیں

محترمہ رعنا دلبر

ایک دن کا ذکر ہے کہ ملا جیونؒ دہلی کی جامع مسجد کے منبر پر جلوہ افروز تھے اور خطبہ جمعہ دے رہے تھے، اسی دوران چند آدمی آئے اور ملا جیونؒ سے کہنے لگے "حضرت! ہمارے علاقے میں ایک پُل ہے (جس پر سے لوگ گزرتے ہیں) جو روزانہ حملہ کر کے ہمارے بچوں کو کھا جاتا ہے اس پُل کو باندھنے کی ضرورت ہے اور اس معاملے میں ہم آپ سے تعاون حاصل کرنے کے لیے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں۔"

ملا جیونؒ نے خطبہ سے فارغ ہو کر حاضرین سے فرمایا کہ اس طرح کا واقعہ ہوا ہے، لہذا حسب توفیق اس معاملہ میں اپنے بھائیوں کی مدد کریں۔

نماز کے بعد حاضرین میں سے ایک شخص نے ملا جیونؒ سے کہا کہ "حضرت یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک پُل (جو ایک بے جان چیز ہے) آ کر بچوں کو کھا جائے؟ یہ تو ناممکنات میں سے ہے۔"

ملا جیونؒ نے اس شخص کو کہا کہ "یہ خبر دینے والے مسلمان تھے اور میرا عقیدہ ہے کہ مسلمان جھوٹ نہیں بول سکتے اس لئے یہ تو ہو سکتا ہے کہ وہ پُل بچوں کو کھا جائے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ مسلمان ہو اور جھوٹ بولے یہ ناممکن ہے، اس وجہ سے میں نے اُن کی تصدیق کی۔" (دلچسپ عبرت انگیز واقعات ص ۳۳)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مسلمان کی شان یہ نہیں کہ وہ جھوٹ بولے بلکہ ایک مسلمان کی شان ہے کہ وہ ہمیشہ سچ بولے اور جھوٹ سے ہمیشہ بچے

اللہ پاک ہم سب کو جھوٹ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین